باب 13
حلقۂ اربابِ ذوق

حلقۂ اربابِ ذوق کا قیام 16/اکتوبر 1939 کو لاہور میں عمل میں آیا۔ حلقے کے بنیادگزاروں میں حفیظ ہوشیار پوری، شیر محمد اختر اور تابش صدیقی کے نام خاص ہیں۔ بعد میں میراجی اور ن.م.راشد بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ میراجی نے 'حلقۂ اربابِ ذوق' کے اغراض و مقاصد طے کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ اسی بنا پر وہ حلقے کا دماغ کہلاتے ہیں۔ ان ادیبوں کا اصرار تھا کہ ادب کی زبان علامتی ہونی چاہیے۔ انسان کی داخلی زندگی کے اظہار کو انھوں نے زیادہ اہمیت دی، جس کے باعث ان کی تخلیقات میں ابہام بھی پیدا ہوا۔ میراجی اور راشد نے آزاد نظم کی ہئیت کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس حلقے کو ایک تحریک کی شکل دینے میں قیوم نظر، مختار صدیقی، یوسف ظفر اور ضیا جالندھری کے نام بھی اہم خیال کیے جاتے ہیں۔

ن.م.راشد (1910-1975): ان کا نام نذر محمد راشد تھا۔ ادبی دنیا میں انھیں ن۔م۔راشد کے نام سے شہرت ملی۔ ان کی پیدائش پاکستان کے ضلع گوجراں والا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گوجراں والا میں اور اعلیٰ تعلیم لائل پور اور لاہور میں حاصل کی۔ وہ کئی رسالوں کے مدیر رہے۔ انھیں ترجمہ نگاری سے خاص شغف تھا۔ کچھ عرصے فوج میں بھی ملازمت کی۔ اس سلسلے میں ان کا قیام ایران اور بعض دوسرے ممالک میں رہا۔ آخری دنوں میں اقوامِ متحدہ سے وابستہ ہوگئے تھے۔ ان کی وفات برطانیہ میں ہوئی۔

ن.م.راشد نے نظم کی ہیئت میں کئی تجربے کیے اور آزاد نظم کو فروغ دیا۔ وہ اپنی شاعری میں ایک دانشور کے طور پر نمایاں ہوئے۔ ان کی نظموں میں تہ داری پائی جاتی ہے۔ 'ماورا'، 'ایران میں اجنبی'، 'لا = انسان' اور 'گمان کا ممکن' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ 'سباویراں'، 'انتقام' اور 'زندگی سے ڈرتے ہو' ان کی مشہور نظمیں ہیں۔

ن.م.راشد نے اپنی نظموں میں ایرانی تلمیحات کے علاوہ ہندوستانی اساطیر سے بھی کام لیا ہے۔ انھوں نے علامتی زبان میں سامراجی طاقتوں کی استحصالی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔

میرا جی (1912-1949): میرا جی کا نام محمد ثناءاللہ ڈار تھا۔ ان کی پیدائش لاہور میں ہوئی۔ وہ کسی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکے لیکن مطالعے کا شوق انھیں دیوانگی کی حد تک تھا۔ آل انڈیا ریڈیو، دہلی سے وابستہ رہے۔ پہلے 'کتاب پریشاں' اور پھر 'باتیں' کے عنوان سے ماہنامہ 'ساقی' (دہلی) میں کالم لکھتے رہے۔ میرا جی نئی شاعری کے بانی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہ فرائڈ کے نظریات اور قدیم ہندو فلسفے سے بھی متاثر تھے۔ انھوں نے جنسی، نفسیاتی اور تہذیبی مسائل کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کا پورا تخلیقی سفر تلاشِ ذات کا سفر تھا۔

'میرا جی کے گیت'، 'میرا جی کی نظمیں'، 'گیت ہی گیت'، 'پابند نظمیں' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ 'تین رنگ'، 'اس نظم میں' اور 'مشرق و مغرب کے نغمے' میں انھوں نے ملک و بیرون ملک کے کئی شعرا کی نظموں کے ترجمے اور تجزیے کیے ہیں۔ 'اجنتا کے غار'، 'یاتری'، 'عدم کا خلا'، 'تنہائی'، 'کلرک کا نغمۂ محبت'، 'دھوبی کا گھاٹ'، 'اونچا مکان' اور 'پاس کی دوری' جیسی نظموں کو بڑی شہرت ملی۔ انھوں نے کچھ فلموں کے اسکرپٹ بھی لکھے تھے۔ میرا جی کی وفات ممبئی میں ہوئی۔

قیوم نظر (1914-1989) : قیوم نظر لاہور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے شاعری کی ابتدا غزل گوئی سے کی۔ بعد میں وہ نظموں کی جانب مائل ہوئے۔ وہ تجربہ پسند شاعر تھے۔ ان کے شعری مجموعوں میں 'قندیل'، 'سویرا'، اور 'پون جھکولے' کو شہرت ملی۔ ان کا کلیات 'قلب و نظر کے سلسلے' کے نام سے شائع ہوا۔ نظموں میں 'اندھی'، 'اپنی کہانی'، 'کل رات' اور 'مآل' نمائندہ حیثیت رکھتی ہیں۔

قیوم نظر کی نظموں میں دُھند اور مایوسی کی کیفیت نمایاں ہے۔ تہذیبی تنزل ان کی نظموں کا خاص موضوع ہے۔ انھوں نے قُرطُبہ کی تاریخی و تہذیبی حیثیت کو بھی اپنی نظموں میں جگہ دی ہے۔ انھوں نے کثیر تعداد میں نعتیں بھی کہی ہیں۔

مختار صدیقی (1917-1972) : ان کا نام مختار الحق تھا۔ ان کی پیدائش گوجراں والا، پاکستان میں ہوئی۔ وہ ایک درویش مزاج شاعر تھے۔ ان کی ابتدائی شاعری میں میرا جی کا خاص رنگ نمایاں ہے۔ لیکن انھوں نے جلد ہی اس اثر سے نکلنے کی کوشش کی اور آزادی کے بعد ان کی شاعری نئے فکری و فنّی رویوں سے آشنا ہوئی۔ مختار صدیقی نے کئی ہیئتی تجربے بھی کیے۔

ان کی نظم 'آخری بات' کا موضوع جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملہ اور وہاں کی تباہی ہے۔ انھیں فنِ موسیقی پر مہارت حاصل تھی۔ جس کے اثرات ان کی نظموں میں بھی نمایاں ہیں۔ 'رسوائی'، 'موہن جوداڑو'، 'ٹھٹھ'، 'زوال' اور 'آزمائش' ان کی مقبول نظمیں ہیں ان کا مجموعۂ کلام 'منزلِ شب' کے نام سے شائع ہوا۔

ضیا جالندھری (1923-2012): ان کا نام سید نثار احمد تھا۔ان کی پیدائش جالندھر میں ہوئی۔انھوں نے طویل نظموں کو اپنا وسیلۂ اظہار بنایا۔ ان کی نظموں میں وقت کا ایک منفرد تصور ملتا ہے۔ضیا جالندھری کا طرزِ اظہار تمثیلی ہے۔'خود فریب'، 'ابوالہول'، 'ویرانے'، 'موج ریگ'، 'ایک مجسمہ'، 'زوال' اور 'زمستاں کی شام' نظمیں اس کی مثال ہیں۔ انھیں ماضی کی تہذیبی میراث کھوجانے کا غم ہے۔انھوں نے گیتوں میں رادھے،شیام، دروپدی، راون، رام اور پانڈو کے وسیلے سے ہندوستانی دیو مالائی ماحول و معاشرے کی خوب صورت عکاسی کی ہے۔اسلامی تاریخ وروایات کو بھی انھوں نے موضوع بنایا ہے۔'ہابیل' اسی قسم کی نظم ہے۔ان کا کلیات 'سرِشام سے پسِ حرف تک' شائع ہو چکا ہے۔جس میں ان کے چاروں مجموعۂ کلام 'سرِ شام'، 'نارسا'، 'خواب سراب' اور 'پس حرف' شامل ہیں۔

حلقۂ اربابِ ذوق سے وابستہ دیگر شعرا میں یوسف ظفر اور اعجاز بٹالوی وغیرہ کے نام بھی شامل ہیں۔